

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری

دنیا ایک ایسی سرائے ہے جہاں لوگ آتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ یہ لائتا ہی سلسلہ مدت مدید سے جاری ہے۔ اور تاقیام قیامت جاری رہے گا۔ جب کوئی عظیم شخصیت اپنی عظمت کا سکہ بٹھا کر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے تو ایک ایسا غلہ پیدا ہو جاتا ہے جو کسی صورت پر نہیں ہوتا۔ تب ہم یادوں کے سہارے محبوب ہستیوں کو تصورات کی دنیا میں واپس لانے کی ادھوری سی کوشش کرتے ہیں۔ مگر جو ایک بار چلا جاتا ہے وہ کبھی واپس نہیں آتا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری عظیم شخصیت کے مالک، تاریخی انسان اور مجموعہ کمالات تھے۔ جن خوش نصیبوں کو حضرت شاہ جی کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا انہیں معلوم ہے کہ رحمت پروردگار کس طرح موصوف کی دستگیری فرماتی تھی۔ مجھے آج حضرت شاہ جی کی زندگی کا ایک حیرت انگیز واقعہ پیش کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قادیان کانفرنس کے انعقاد نے جب قصر مرزائیت کی دیواروں کو ہلادیا تو خلیفہ قادیان مرزا محمود (آہنہانی) نے حکومت پنجاب کی بے توجہی اور غیر جانبداری کا شکوہ کیا۔ تاریخیں ہلیں اور حکومت کے کل پرزے حرکت میں آگئے۔ سوال یہ اٹھایا گیا کہ قادیان مرزائیوں کا مقدس مقام ہے۔ مرزائی حضرات اسے اپنا کعبہ سمجھتے ہیں۔ یہاں ان کے پیغمبر کا مزار ہے۔ اس لئے قادیان میں کسی غیر مرزائی گروہ کو جلسہ یا کسی قسم کا مذہبی اجتماع کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے۔ اگر اب ایسا ہوا تو فساد ہوگا جس کی ذمہ داری احرار یا گورنمنٹ پر ہوگی۔ مرزا محمود سے اس قسم کا احتجاج کرا کے حکومت نے نظر بظاہر اپنے ہاتھ مضبوط کر لئے چنانچہ حکومت پنجاب نے اعلان کر دیا کہ قادیان اور اس سے ملحقہ آٹھ میل کے رقبہ میں کسی غیر مرزائی خصوصاً احرار کو جلسہ کرنے اور اس نیت سے قادیان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ یعنی حکومت نے قادیان کے گرد قانونی پابندی کی خاردار تاریخیں لگا دی تاکہ خلیفہ قادیان کی راجدہانی محفوظ ہو جائے۔ اس احتیاطی تدبیر کے بعد یہ سمجھا گیا کہ اب بخاری کی تبلیغی یلغار کا خطرہ ٹل گیا ہے۔ مگر یہ خوش فہمی تھوڑے ہی عرصہ بعد دور ہو گئی احرار نے قادیان سے آٹھ میل اور کچھ فرلانگ دور یعنی قانونی حدود سے ذرا ہٹ کر ایک روزہ کانفرنس کا اعلان کر دیا۔ ارد گرد کے ہزارہا مسلمانوں کے اجتماع میں بخاری نے ختم نبوت کے موضوع پر عام فہم اور دلنشین انداز میں بڑی پیاری تقریر کی اس حادثے پر حکومت کھسیانی ہو کر رہ گئی۔ پنجاب کی حکومت زیادہ بدنام نہ ہونا چاہتی تھی۔ اس لئے خاموش ہو گئی۔ مجلس احرار کے رہنماؤں نے ایچ پیج کی بات کبھی پسند نہیں کی وہ اپنا تبلیغی حق کسی صورت چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے وہ اس صورت حال پر مطمئن نہ تھے انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ آٹھ میل کی پابندی قبول کریں۔ چنانچہ قانون شکنی کا فیصلہ کر کے احرار رہنماؤں نے یکے بعد دیگرے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ بکڑدھڑ شروع ہو گئی ایک بٹھامہ برپا ہو گیا۔ حکومت نے خلیفہ قادیان کے اطمینان قلب کے

لئے جو پا پڑیلے تھے بیکار ثابت ہوئے۔ تاہم آٹھ میل سے باہر جلسہ کرنے کی پابندی قائم رہی۔ پابندی کی مدت ختم ہوتی تو تازہ پابندی لگا دی جاتی۔ یہ سلسلہ کچھ عرصہ جاری رہا۔ میں ان دنوں احرار کے سیاسی مشیر یا نمائندے کی حیثیت سے قادیان میں مقیم تھا۔ مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ خلیفہ محمود کے کارندوں اور مشیروں نے اگر میرے خلاف ریشہ دوانی کر کے مجھے قادیان سے نکلوا دیا تو احرار کا پروگرام پایہ تکمیل تک پہنچنے میں مشکلات کا سامنا ہو گا۔ میں اس خدشے کو محسوس کر ہی رہا تھا کہ مجھے حکومت کی جانب سے جو بیس گھنٹے کے اندر قادیان چھوڑ دینے کا نوٹس موصول ہو گیا۔ میں اس نوٹس کے لئے تیار تھا چنانچہ میں نے اپنی مسجد میں قادیان کے مسلمانوں کو جمع کیا۔ ان کے سامنے ایک تقریر کی۔ میں نے کہا کہ یہ نوٹس جس کے ذریعہ مجھے قادیان سے نکالا جا رہا ہے۔ میری منشاء کے مطابق ہے میں نے سیاسی کارکن کی حیثیت سے ہندوستان کے کوئے کوئے میں کام کیا ہے۔ اب مبلغ احرار کی حیثیت سے ہندوستان بھر کا دورہ کروں گا۔ یہ نوٹس میری تقریر کا عنوان ہو گا۔ میں مسلمانوں سے اپیل کروں گا کہ کسی مرزائی مبلغ کو کسی شہر میں کسی قسم کی تبلیغ کی اجازت نہ دیں۔ اگر حکومت کسی مسلمان کو قادیان میں آنے اور اسلام کی تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں دیتی تو ان مرزائیوں کو ہندوستان میں تبلیغ کا کیا حق ہے۔ اس طرح کی باتیں کر کے میں مسجد سے چلا آیا۔ دوسرے دن شام کی گاڑی سے مجھے قادیان کو خیر باد کہنا تھا۔ میری روانگی سے قبل مجھے ایک اور نوٹس ملا۔ کہ میں قادیان سے باہر نہیں جاسکتا دیکھا حکومت کس مستعدی سے قادیان کے بارے میں قلم برداشتہ احکامات جاری کرتی تھی۔ مجھے دو سال قادیان میں رہ کر اہل قادیان اور "خداوند قادیان" کے مطالعے کا موقع ملا۔ کافی تجربہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ امت مرزائیہ مسلمانوں سے براہ راست ٹکرا لینے کے لئے کبھی آمادہ نہیں ہوتی۔ وہ اپنے مذہبی پیشوا خلیفہ قادیان کی سربراہی میں کسی قسم کا اقدام کرنے سے قبل ایسی صورت حال پیدا کر دیتی ہے کہ جوابی کارروائی کے لئے جب بھی مسلمانوں کا کوئی سا طبقہ میدان میں قدم رکھے تو ان کا مقابلہ مرزائیوں کی بجائے حکومت سے ہو۔ مرزائی بیچ میں سے صاف نکل جائیں۔ آٹھ میل کی پابندی کے نوٹس نے یہی صورت پیدا کر دی تھی۔ مرزائی بڑی خوبصورتی سے اپنا دامن صاف بچا کر نکل گئے تھے۔ احرار رہنماؤں نے اس صورت حال کا بغور مطالعہ کیا۔ خود میں نے بھی جب مجھ سے رہنماؤں نے پوچھا اسی رائے کا اظہار کیا کہ ہمیں بحالات موجودہ حکومت سے الجھنا نہیں چاہیے۔ اس الجھاؤ میں مرزائیوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ حکومت ان کے زیادہ قریب ہوتی جا رہی ہے۔ قانون ان کی زیادہ دستگیری کر رہا ہے۔ بہر حال کچھ عرصے کے لئے خاموشی طاری ہو گئی۔ امت مرزائیہ بھی مست ہو کر بیٹھ گئی۔ حکومت نے بھی چین کا سانس لیا۔ میری طبیعت جب قادیان کے مختصر مگر روحانی کوفت کے میدان میں بور ہو جاتی تھی تو میں دو ایک روز کے لئے چودھری افضل حق سے ملنے لاہور چلا آتا یا حضرت شاہ جی کی زیارت کے لئے امرتسران کے دولت کدہ پر حاضر ہو جاتا تھا۔ اس طرح تسکین قلب حاصل کر کے تازہ دم ہو کر پھر قادیان پہنچ جاتا تھا۔ میری پابندی ختم ہو چکی تھی۔ آٹھ میل والی پابندی کے ختم ہونے میں ابھی دو چار دن باقی تھے۔ حکومت بار بار تازہ پابندی لگانے سے بدنام ہو چکی تھی۔ اب اسے پابندی لگانے میں تذبذب تھا۔ احرار نے بظاہر پابندی قبول کر لی تھی۔

حضرت امیر شریعت کا جذبہ اخلاص

میں ایک روز حضرت شاہ جی سے ملنے کے لئے قادیان سے امرتسران کے مکان پر پہنچا تو وہ بے تابانہ مجھ سے بغلیں ہوئے۔ فرمانے لگے ہم نے تمہیں خطرناک محاذ پر بھیج رکھا ہے۔ ہم وہاں پہنچ بھی نہیں سکتے کیا کیا جائے۔ پھر فرمانے لگے یار کوئی گنہگار مجھے کسی طرح قادیان لے چلو۔ میں نے ادب سے عرض کیا شاہ جی اپنے بس کی بات نہیں ہے۔ کچھ دن خاموش رہنا مناسب ہے۔ اللہ بہتر کرے گا۔ آپ کی دعائیں شامل حال ہیں۔ میں اپنے کو کبھی تنہا محسوس نہیں کرتا۔ اس طرح کافی دیر قادیان کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ قادیان سے جانب مشرق تقریباً دس میل کے فاصلے پر ایک ہفتہ بعد احرار کی ایک روزہ کانفرنس میں حضرت شاہ جی کی تقریر ہونے والی تھی۔ مجھے شاہ جی نے فرمایا اس اجتماع کے موقع پر تم آؤ گے؟ میں نے حاضری کا وعدہ کیا اور واپس قادیان چلا آیا۔ آٹھ میل والی پابندی ختم ہوئی تو مرزا نیوں نے پھر اوایلا شروع کیا۔ ان کا پرابلیگنڈہ یہ تھا کہ جس روز غطاء اللہ شاہ بخاری قادیان میں قدم رکھیں گے یہاں خوفناک فساد ہو گا۔ مگر حکومت نے اس پرابلیگنڈے کا کوئی اثر نہ لیا۔ اب وہ نئی پابندی لگانے میں پس و پیش کر رہی تھی۔ یعنی پابندی کا معاملہ معلق تھا۔

ایک روزہ احرار کانفرنس

اعلان کے مطابق قادیان کے نو دس میل جانب مشرق کسی بڑے گاؤں میں مسلمانان علاقہ کا بہت بڑا اجتماع ہوا۔ نماز عشاء کے بعد حضرت امیر شریعت نے ایمان افروز تقریر کی مجمع خاموشی سے دم سادھے ہمہ تن آغوش تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے نور کی بارش ہو رہی ہو۔ حضرت شاہ جی جب لحن داؤدی میں آیات ربانی تلاوت کرتے تو سامعین پر وجد طاری ہو جاتا۔ تجد کے وقت تک رشد و ہدایت کے دریا بستے رہے۔ دعاء کے بعد اجلاس بخیر و خوبی برخواست ہوا۔ مجھے اسی کمرے میں سونے کے لئے جگہ مل گئی جہاں حضرت شاہ جی کو ٹھہرایا گیا تھا۔ فجر کی اذان سے تھوڑی دیر قبل میری آنکھ کھلی میں نے حضرت شاہ جی کو جگایا اور ان سے عرض کیا کہ ہمیں سورج طلوع ہونے سے قبل بٹالے پہنچ جانا چاہیے۔ آپ ضروریات سے فارغ ہو کر وضو بنالیں۔ میں ڈرائیور کو جگاتا ہوں۔ اور اسے کہتا ہوں کہ بس کو سٹارٹ کرے۔ ہم نے صبح کی نماز پڑھی میں نے ڈرائیور سے سرگوشیوں میں پروگرام طے کر لیا۔ اگلی سیٹ پر میں اور حضرت شاہ جی بیٹھ گئے۔ چپھے باقی کارکن بیٹھ گئے۔ بس چلی تو سبھی اونگھنے لگے۔ حضرت شاہ جی مجھ سے باتوں میں مشغول ہو گئے۔ پانچ چھ میل کے فاصلے پر موڑ آگیا۔ ایک راستہ بٹالے کو اور دوسرا قادیان کو جاتا تھا۔ بس قادیان کی سرک پر ڈال دی گئی۔ میرے اور ڈرائیور کے سوا کسی کو معلوم نہ تھا کہ بس کدھر جا رہی ہے۔ سورج کی شعائیں پھوٹیں تو ہر شے نظر آنے لگی۔ ریلوے لائن کو جب بس نے کراس کیا تو مجھ کا محسوس ہوا۔ اور اونگھنے والے بیدار ہوئے۔ چھڑی گھماتے ایک صاحب خرماں خرماں چلے جا رہے تھے۔ حضرت شاہ جی نے مجھ سے دریافت کیا کہ ہم کدھر جا رہے ہیں یہ کیسی آبادی ہے۔۔۔؟ میں نے عرض کیا یہ صاحب جو چہل قدمی فرما رہے ہیں ڈاکٹر محمد

اسماعیل ہیں۔ مرزا محمود کے ماموں جان۔ اور یہ سامنے دیکھتے منارۃ المسیح اور یہ ہے قادیان اتنے میں ہماری بس قادیان کی بستی میں داخل ہو چکی تھی۔ حضرت شاہ جی کی قادیان میں آمد کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ مسلمان ہندو اور سکھ گھروں سے نکل آئے دوسری طرف مرزائیوں کے ہاں بھی کھلبلی مچ گئی۔ مسلمانوں کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے انتیس کو عید کا چاند نمودار ہو گیا ہو۔ چہل پہل شروع ہو گئی۔ تھانیدار دوڑا دوڑا ہانپتا کانپتا میرے پاس آیا کہنے لگا کیا غضب کیا ہے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں اور شاہ جی بلا اطلاع قادیان پہنچ گئے ہیں۔ ارے بھئی افسران بالا کو ہم کیا جواب دے گے۔ پیارہ بوکھلا گیا تھا۔ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ کوئی غضب نہیں ہوا بس اک ذرہ سا پروگرام ہے۔ منہ ہاتھ دھو کر حضرت شاہ جی چائے کی ایک پیالی پی لیں ابھی ایک آدھ گھنٹے میں تشریف لے جائیں گے۔ گھبراؤ نہیں تھانے میں جا کر آرام سے بیٹھو بے چارہ بے وقوف بن کر چلا گیا۔ ایک گھنٹہ بعد پھر آگیا پوچھنے لگا شاہ جی جانے کے لئے تیار ہو گئے؟ میں نے کہارات بھر کے جاگے ہوئے تھے۔ سو گئے ہیں۔ ایک گھنٹہ آرام کر لیں گھبراؤ کی بات نہیں وہ زیادہ دیر ٹھہریں گے نہیں۔ چلے جائیں گے۔ تھانیدار غیظ کھا کر پھر واپس چلا گیا۔ مسلمانوں نے واقعی عید کی سی خوشی منائی۔ ایک بکرا ذبح ہوا۔ تنور گرم ہو گئے روٹیاں پکینے لگیں، عورتیں، بچے، بوڑھے اور جوان خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ شاہ جی جب دس بجے کے قریب سو کر اٹھے تو تھانیدار صاحب پھر وارد ہوئے مجھ سے دریافت کیا تو میں نے تھانیدار کو بتا دیا کہ اب شاہ جی واپس تشریف لے جانے سے قبل غسل فرمائیں گے۔ تب جائیں گے۔ تھانیدار پھر واپس ہو گیا۔ ایک گھنٹے بعد کھانا تیار ہو گیا۔ تھانیدار آیا اور دیکھ کر چلا گیا اسے اطمینان ہو گیا کہ ایسے معزز مہمان کو کھانا کھلانے بغیر کون جانے دیتا ہے۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو میں نے اپنے ایک رصنا کار کو بلایا اسے کہا کہ ٹین کا کنستربجا کر قادیان کے گلی کو چوں میں اعلان کر دو کہ ظہر کی نماز کے بعد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مسجد شیخاں میں ختم نبوت کے موضوع پر تقریر کریں گے۔ اس اعلان سے قادیان میں ہڑ بونگ مچ گئی۔ بھاگیو، دوڑیو، لیجیو، پکڑیو، پولیس الگ بھاگی پھرتی تھی۔ مرزائیوں کی سی آئی ڈی الگ پریشان ہو رہی تھی۔

قصر خلافت میں اہم میٹنگ

مجھے نہیں معلوم کہ مرزا محمود کے قصر خلافت میں کیا مشورہ ہوا۔ مگر جو کچھ میرے سامنے آیا میری آنکھوں نے جو نظارہ دیکھا اس سے جو نتیجہ اخذ ہو سکتا تھا وہ یہی تھا کہ حضرت شاہ جی کو تقریر کا موقع نہ دیا جائے۔

حضرت شاہ جی کی تاریخی تقریر

اعلان کے فوراً بعد پولیس گارڈ مسجد شیخاں کے موڑ پر پیراجما کر کھڑی ہو گئی اسے خیال یہ تھا کہ حضرت شاہ جی بازار کے سیدھے راستے مسجد میں تشریف لائیں گے مگر میں کسی اور فکر میں تھا۔ چنانچہ میں نے حضرت شاہ جی سے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ آئیں میں آپ کو ایسے راستے سے لے چلوں گا کہ آپ کا جی خوش

ہو جائے گا۔ میں انہیں مرزاؤں کے خاص محلے میں سے گزار کر سیدھا قصر خلافت کی جانب لے گیا۔ مرزا محمود کے محل کے پاس سے ایک چھوٹی سی گلی سے نکل کر ہم مسجد شیخاں میں بغیریت پہنچ گئے۔ کس قدر خطرناک راستہ تھا مگر اللہ کا فضل شامل حال تھا۔ کسی شخص کو کوئی شرارت نہ سوجھی اور نہ کسی نے ہم سے تعرض کیا۔

حضرت شاہ جی منبر پر کھڑے ہوئے تقریر سے پہلے قرآن پاک کی تلاوت شروع کی۔ اتنے میں مرزائی رضا کار جن کے ہاتھوں میں لاشیاں تھیں مسجد میں داخل ہوئے قادیان کے ایک جیالے مسلمان نے مرزاؤں کے داخلے پر احتجاج کرنا چاہا مگر حضرت شاہ جی نے اسے ڈانٹ کر خاموش کر دیا اور فرمایا یہ نوجوان ہمارے مہمان ہیں اور یہ خانہ خدا ہے اس میں داخل ہونے پر کوئی پابندی نہیں ہے اس کے بعد مرزائی نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اؤ میرے عزیزو آگے آکر بیٹھو بیٹھو بھئی ان کو جگہ دو وہ لوگ آگے آکر بیٹھ گئے۔ حضرت شاہ جی نے

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کی آیت درود میں ڈوبی ہوئی آواز سے تلاوت کی اور اس کے بعد مسئلہ ختم نبوت پر مثبت انداز میں تقریر فرمائی۔ تقریر کیا تھی جادو تھا، سحر تھا، پھولوں کی بارش ہو رہی تھی۔ تقریر کا ہر لفظ دل کی گھڑائیوں میں اتر رہا تھا۔ خدا جانے کیا ہوا حاضرین سانس بھی آہستہ لیتے تھے۔ شاہ جی نے اس مسئلے پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا۔ دوران تقریر وہ دریافت بھی کرتے گئے کہ مسئلہ ٹھیک طرح سے سمجھ میں آگیا ہے۔ سب لوگ مع مرزاؤں کے اقرار کر رہے تھے۔ جھوم رہے تھے۔ فرط عقیدت سے بعض کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ تقریر کے بعد جب شاہ جی نے دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے تو مرزائی نوجوانوں نے ایک دوسرے کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا مگر انہیں بھی ہاتھ اٹھا کر آمین کہنا پڑی۔ اپنے عقیدت مندوں کے مجمع میں تقریر کر کے واہ واہ کرالینا کچھ مشکل کام نہیں مگر جو لوگ بدترین مخالف ہوں جو مخالفت کے ارادے سے آئے ہوں انہیں وجد میں لے آنا یہ وصف یہ ہمت اور حوصلہ خدا نے بخاری کو دے رکھا تھا۔ آہ وہ شیدائے رسول ﷺ وہ پیکرِ ایشار و محبت اب اس دنیا میں نہیں رہے۔

وہ کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

اس ایک واقعہ سے مرزاؤں کا یہ پراگندہ کہ حضرت شاہ جی قادیان میں داخل ہوئے تو خون خرابہ ہو گا۔ ختم ہو گیا۔ حکومت کے پاس اس واقعہ کے بعد پابندی لگانے کا کوئی جواز نہ تھا کیونکہ حضرت شاہ جی نہ صرف یہ کہ قادیان میں داخل ہوئے بلکہ وہ مرزاؤں کے اپنے محلے میں گھوم پھر آئے۔ اور مجمع عام میں مسئلہ ختم نبوت پر دل کھول کر تقریر بھی کر ڈالی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بنشد، خدا لے بنشدہ